AL-HAYAT RESEARCH JOURNAL
Category Y
AL-HAYAT Research Journal
Jlali Research Institute of Social Science, Lahore
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759
Volume 2 Issue 4 (July-September 2025)

اسلامی تصورِ شفاء اور جدید نظام ہائے علاج کا تقابلی مطالعہ (ہومیو پیتھی، الیکٹرو پیتھی اور ایلو پیتھی کے تناظر میں)

A Comparative Study of the Islamic Concept of Healing and Modern Systems of Medicine (In the Context of Homeopathy, Electropathy, and Allopathy)

Hafiz Bilal Ahmad
PhD Scholar, Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur

Dr. Abdul Ghaffar
Professor, Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur

Abstract

This research paper explores a comparative analysis of the Islamic concept of healing and modern systems of medicine, particularly Homeopathy, Electropathy, and Allopathy. The study examines how each system understands the nature of disease, the source of healing, and the ethical foundations of medical practice. In Islam, healing (Shifā᾽) is viewed as a divine blessing, integrating the physical, spiritual, and moral dimensions of human well-being, as emphasized in the Qur'an and Sunnah. Conversely, modern medical systems approach healing through scientific, biological, and energetic frameworks: Homeopathy operates on the principle of "like cures like," Electropathy focuses on balancing the body's bioelectric forces, and Allopathy relies on pharmacological and surgical interventions supported by empirical evidence. By comparing these paradigms, the study highlights that the Islamic philosophy of healing provides a holistic, God-centered, and ethically grounded framework that complements modern therapeutic systems. The integration of spiritual consciousness with scientific medicine offers a balanced model for achieving both physical health and spiritual harmony.

Keywords: Islamic concept of healing, Homeopathy, Electropathy, Allopathy, comparative study

تمہید

آج کے دور میں جب طبّی علوم حیرت انگیز رفتار سے ترقی کر رہے ہیں، انسان کی صحت، علاج اور شفاء کے تصورات نے بھی نئے جہتیں اختیار کر لی ہیں۔ ایک طرف جدید نظام ہائے طب——ایلو پیتھی، ہومیو پیتھی اور الیکٹرو پیتھی——سائنسی تجربات، مشاہدات اور عقلی استدلال کی بنیاد پر انسانی جسم کے امراض کا علاج پیش کرتے ہیں، تو دوسری طرف اسلام انسان کی صحت کو محض جسمانی نہیں بلکہ روحانی و اخلاقی توازن کا مظہر قرار دیتا ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے صحت، شفاء اور بیماری محض جسمانی کیفیتیں نہیں بلکہ روح، اخلاق اور ایمان سے گہرا تعلق رکھتی ہیں۔ قرآنِ کریم میں شفاء کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیا ہے"—— وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ —— "یعنی شفاء کا حقیقی منبع اللہ ہی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے جہاں روحانی امراض کے علاج کی ہدایت فرمائی، وہیں جسمانی امراض کے علاج کا بھی حکم دیا اور تداوی کو تقدیر کے منافی قرار نہیں دیا۔ زیرِ نظر مقالہ اسی تناظر میں ایک تقابلی مطالعہ پیش کرتا ہے، جس میں اسلامی تصورِ شفاء کو جدید نظام ہائے علاج——ہومیو پیتھی، الیکٹرو پیتھی اور ایلو پیتھی——کے فلسفیانہ و عملی اصولوں کے ساتھ پرکھا گیا ہے۔ اس مطالعے کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ اسلام کا تصورِ شفاء ایک جامع، ربانی اور فطری نظامِ صحت پیش کرتا ہے جو انسان کے جسم، روح اور عقل——تینوں کی ہم آہنگی کے ذریعے حقیقی تندرستی اور سکونِ قلب کی ضمانت دیتا ہے۔

(الف) الیکٹرو ہومیو پیتھی:

الیکٹرو ہومیو پیتھی کے بانی کا نام جناب کاؤنٹ سیزر میٹی (Count Ceaser Mattie) ہے۔ وہ اٹلی کے شہر بلوگنا (Bologna) میں ایک معزز اور رئیس خاندان میں 1809ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد مختلف علوم میں مہارت حاصل کی اور ماسٹر آف میڈیسن کی ڈگری حاصل کی۔ انہیں فلسفہ اور ادب سے گہری دلچسپی تھی۔ جڑی بوٹیوں کے متعلق قدیم و جدید کتب کا

CC BY

مطالعہ کیا، یہاں تک کہ یہ شوق جنون کی حد تک پہنچ گیا۔اسی جذبے کے تحت انہوں نے اپنے ذاتی فارم میں جڑی بوٹیوں کی کاشت شروع کی اور ان پر مسلسل تجربات کرتے رہے۔کاؤنٹ سیزر میٹی طبّی تحقیقات سے گہری آگاہی رکھتے تھے۔جب ڈاکٹر ہانمن نے 1810ء میں "نظریۂ علاج بالمثل (Homeopathy) "کو دنیاے طب میں متعارف کرایا، تو کاؤنٹ میٹی نے ان کی کتب کا گہرائی سے مطالعہ کیا اور جلد ہی ان کے شاگردِ خاص بن گئے۔تاہم، ہومیو پیتھی کے اصولوں کا تفصیلی مطالعہ کرنے کے بعد انہوں نے بعض پہلوؤں میں موجود بنیادی کمزوریوں کی نشاندہی کی، اور ان پر علمی، طبّی اور قانونی دلائل کے ساتھ بحث کی۔

1. الکحل میں جڑی بوٹیوں کا جوہر حاصل کرنا درست نہیں ہے کیونکہ یہ خود ایک زہریلہ سیال ہے اس لیے یہ ایک نیوٹرل (متعادل) اثر نہیں رکھتا۔ بہتر یہ ہے کہ چونا کے پانی میں دب تیار ک
2. تندرست جسم پر ادویہ کی آزمایش(PROVING) سے تمام علامات پر اکتفاء کرنا قطعی غلط ہے۔ کیونکہ تندرست جسم میں دفاعی قوت (قوت مدافعت) بہت مضبوط ہوتی ہے۔اور وہ دوا کے بعض منفی اثرات کو ظاہر نہیں ہوں[1]
3. صرف ظاہری علامات کے ختم ہونے پر مکمل شفاء کا تصّور درست نہیں ہے چونکہ علامات تبدیل ہوتی رہتی ہیں اور ہر مرض کے مختلف اسباب ہوتے ہیں اس لیے علامات بھی مختلف ہوں گی، پس کاؤنٹ میٹی کا یہی اختلاف تھا جس پر کاؤنٹ میٹی نے روخ بدلا۔جڑی بوٹیوں پر برس ہابرس تجربات کرنے کے بعد ایسی ادویات تیار کئیں جو انسانی بدن کی غیر طبعی حالت کو اعتدال پر لانے کے لیے انتہائی زود اثر اور بے ضرر اکثیر ثابت ہوئیں۔تمام مرکبات انسانی طبعی تقاضوں کے مطابق تیار کئے پھر ان کے برقی اثرات دیکھ کر صاحب موصوف نے اس کو الیکٹرو ہومیو پیتھی کا نام دیا۔ان کے مرکبات کاؤنٹ میٹی کے مرکبات MEDECINE MATTEE COMPLEX سے مشہور ہیں۔ان کا انتقال 1896ء میں ہوا۔

الیکٹرو ہومیو پیتھی اور دیگر طریقہ ہائے علاج کا تقابلی جائزہ اور تجدید طبؒ کی منطق

موجدِ ہومیو پیتھی جناب ڈاکٹر ہانمن نے طریقہ علاج کا بنیادی اصول مفرد دوا کے استعمال پر رکھا ہے مگر یونانی اور ایلو پیتھی طریقہ علاج میں مفرد اور مرکب دوا، دونوں طرز پر دوا کا استعمال ہوتا ہے، مفرد اور مرکب دوا کی بحث بہت پرانی چلی آرہی ہے، دونوں طرف سے قوی دلائل ملتے ہیں۔لیکن موجد الیکٹرو ہومیو پیتھی نے اپنی ادویات کو مرکب شکل میں تیار کیا ہے جو بظاہر کوئی دلکشی نہیں رکھتی۔لیکن ان کے نظریات کو سامنے رکھا جائے اور جس انداز سے مرکبات کو تشکیل دیا گیا ہے۔اس کے پس پردہ میں دیکھا جائے تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس فن کے موجد کی ماہرانہ رائے زیادہ قوی ہے اور حقیقت کے زیادہ قریب ہے۔جیسا کہ ہومیو پیتھی علامات(SYMPTOM) کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، انسانی جسم پر ادویات کی آزمائش (PROVING) تشخیص مرض کے لیے حرف آخری ہے۔[2]

لیکن جناب میٹی نے اس سے اختلاف کیا ہے اور تجدید طب بھی اسے غلط قرار دیتی ہے کیونکہ صرف علامات پر دار و مدار کرنا درست نہیں ہے۔چونکہ علامات میں کمی بیشی جاری رہتی ہے ، جناب کاؤنٹ میٹی کے نزدیک مرکب دوا اپنے اندر بہت وسعت رکھتی ہے، عموماً جسم میں بیماری کا سب سے پہلا حملہ کسی بھی کمزور عضو کے طبعی فعل میں خرابی کے باعث ہوگا، لیکن اس کے ساتھ مشترک عمل کرنے والے دیگر اعضاء بھی متاثر ہوں گئے، مثلاً اگر جگر کے فعل میں خرابی ہوگی یعنی جگر کے غیر طبعی فعل سے اس کے متعلقہ اعضاء، گردوں، مثانہ، پیشاب کی نالی بھی متاثر ہوگی اور اس تکلیف کا احساس مقامی اعصاب اور ٹشوز کریں گے۔علاوہ ازیں جگر کے غیر طبعی فعل سے قلب و دماغ بھی ضرور متاثر ہوتے ہیں جس سے ایک مرکب کیفیت پیدا ہو گی جس کا سدباب مرکب ادویات کے دائرہ اثر میں آئے گا۔ہومیو پیتھی اور یونانی اور ایلو پیتھی طریقہ علاج سے جڑی بوٹیوں کے علاوہ معادنیات اور سمیات سے بھی استفادہ کیا گیا ہے جن میں کچلہ، سم الفار، بیش، جدوار، سانپ کا زہر، کویلہ، سکہ، جست، تانبہ اور دیگر دھاتیں قابل ذکر ہیں۔اگرچہ یہ تمام دوائیں نظریہ تقلیل الادویہ کے تحت کشتہ جات اور دیگر طریقوں سے استعمال ہوتی ہیں لیکن ان کے مضر اثرات مختلف اشکال میں جلد یا بدیر ظاہر ہوتے ہیں۔اب جدید تحقیقات میں ان کے بارے معلومات ملیں گی۔لیکن الیکٹرو ہومیو پیتھی میں صرف نباتات (جڑی بوٹیوں) کو بطور ادویات کے استعمال میں لایا گیا ہے۔چونکہ موجد کے نزدیک نباتات میں حیاتاتی جوہر موجود ہیں، سورج کی شعائیں برائے راست ان میں جذب ہوتی ہیں جو جسم میں موجود فاسد مادوں کو خارج اور ختم کرنے میں اکثیر ہیں انتہائی بے ضرر اور زوداثر ہونے میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتیں اور ان سے جلد شفاء یابی ہو سکتی ہے۔[3]

ب:ایلو پیتھی Allopathy

موجودہ دور کا سب سے مقبول سلسلہ ایلو پیتھک علاج کا ہے اور اسے سائنس اور ٹیکنالوجی کا نچوڑ سمجھا جاتا ہے۔اس طب میں خاصی بڑی تعداد میں مفید ادویات بھی موجود ہیں جو مہلک جراثیم ختم کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ایلو پیتھک دو یونانی الفاظ ” Allos “(یعنی دیگر یا علاوہ) اور ”Patheia“(یعنی بیماری) سے مل کر بنا ہے جس کے معنی ہوئے ”بیماری کے مخالف یا بیماری کے علاوہ“[4]۔اس کی تعریف یوں ہے ” *Treatment of disease by remedies that produce effects opposite to the symptoms* “یعنی ”ایسا طریقہ ءعلاج جس میں کسی بیماری کی علامات کے مخالف اثرات پیدا کرکے اس کا علاج کیا جاتا ہے“۔اسی وجہ سے اس کو ”معالجۂ اخلافیہ“ بھی کہا جاتا ہے۔[5] اس طریقہ ءعلاج کے لئے Allopathy لفظ کا استعمال سب سے پہلے ہومیو پیتھک کے بانی ڈاکٹر سیموئیل ہانی مَن نے 1810ء میں کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ اپنے طریقۂ علاج یعنی معالجہءمثلیہ سے دوسرے تمام طریقہ معالجات سے جدا شناخت دی جائے۔19ویں صدی کے اوائل میں یورپ اور امریکہ دونوں جگہ اس طریقہ علاج کو اپنایا گیا جہاں اس سے قبل ” Heroic Medicine “ سے لوگ علاج کرتے تھے جیسے خون نکالنا یا آنتوں کو صاف کرنا۔اس کو علاج کا تکلیف دہ طریقہ سمجھا جاتا تھا۔[6] پہلے شاید علاج کی اس تقسیم میں ایلو پیتھک کو معالجہ اخلافیہ کہہ کر ہومیو پیتھک (معالجہ مثلیہ) سے الگ کرنا درست ہو لیکن آج کل یہ تقسیم زیادہ پر اثر نہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ایلو پیتھک میں بھی بہت سے ایسے طریقہ کار آچکے ہیں جن میں بیماری کا علاج، علاج بالمثل سے ہی کیا جاتا ہے۔اس کی سب سے بڑی مثال ویکسین ہے جسے جسم میں داخل کرنے پر جسم کی قوت مدافعت بڑھ جاتی ہے اور جسم میں داخل

OPEN ACCESS
CC BY

ہونے پر کوئی بیماری پیدا نہیں ہوتی کیونکہ اسی سے بنائی گئی ویکسین اسی کے خلاف جسم میں قوت مدافعت پیدا کر چکا ہوتا ہے۔اس کی افادیت بھی مسلم ہے جس کی سب سے بڑی مثال موجودہ دور میں پولیو ویکسین ہے۔ [7]

ایجاد ہومیوپیتھیک

ہومیو پیتھی اصول کا خیال سب سے پہلے ڈاکٹر ہنیمن کو 1790ء میں پیدا ہوا۔ جبکہ یہ کلن کی سٹیر یا سیڈیکا کا ترجمہ کر رہے تھے۔ کلن کی سٹیر یا سیڈیکا میں ترجمہ کرتے وقت جب وہ اس مقام پر پہنچے جہاں مصنف نے نوتی نجاروں میں کونین کو اکسیر لکھا ہے۔ وہاں یکا یک ہنیمن کو خیال پیدا ہوا کہ کونین کا نوتبی نجاروں کے لیے اکسیر ہونا کس اصل کے ماتحت ہے۔ اور جب مصنف اس سوال کا تسلی بخش جواب نہ دے سکا۔ تو ہنیمن کے دل میں یہ بات جم گئی۔ کہ میں خود کونین کھا کر اس کے اثرات کا مشاہدہ کروں۔ چنانچہ ہنیمن نے چند مرتبہ صحت کی حالت میں کونین کا استعمال کیا۔ تو اس سے نوبتی بخار کی علامات پیدا ہو گئیں۔ چند دوسرے اشخاص پر بھی استعمال کرایا۔ تو بھی یہی نتیجہ بر آمد ہوا۔ اب ہنیمن کے دل میں قدرتی طور پر اس سوال کا حل یہ پیدا ہوا۔ کہ جو دوا تندرستی کی حالت میں اس قسم کے امراض پیدا کرے گی۔ قدرتی طور پر اگر ایسے امراض موجود ہوں تو وہ دوا یقیناً ان بیماریوں کے لیے اکسیر ہو گی۔ اس اصول پر ہنیمن نے دیگر دواؤں کا اپنے تندرست جسم پر امتحان کیا۔ اور جب اس کو اس اصول کی صحت کا کامل طور پر یقین ہو گیا۔ تو پھر اس نے ہیوفلینڈ و جزنل میں ایک مضمون زیر عنوان ایک نیا اصول جس کے ذریعہ ادویہ کی شفا بخش تاثیر معلوم کی جاسکتی ہے شائع کیا۔ یہ مضمون نہایت پر زور اور مدلّل تھا۔ جس میں ثابت کیا گیا تھا۔ کہ دواؤں کی کیفیت معلوم کرنے کے لیے تندرست انسان کو دوا کھلا کر اس کی علامات نوٹ کر لینی چاہیے۔ اور یہی علامات اگر قدرتی طور پر پیدا ہوں۔ تو وہ دوا اس مرض سے بالکلیہ شفا بخشے گی۔ [8]

ہنیمن اس زمانہ میں گو مطب کرتا تھا لیکن اس پرانے طریقہ علاج پر خود اُسے اطمینان نہ تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ صحت کا اصلی اور حقیقی اصول کسی اور ہی حقیقت میں پنہاں ہے۔ اسی زمانہ میں اس کی اپنی لڑکی بیمار ہوئی۔ اور ہر ممکن سے ممکن علاج کرانے کے باوجود جانبر نہ ہو سکی۔ ہنیمن کو اس کا بہت صدمہ ہوا۔ اور بالآخر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے پریکٹس (مطب) کو بالکل خیر باد کہہ دیا۔ اور کسی نئے طریقہ علاج کی جستجو مین گوشہ نشین ہو گیا۔ اسی گوشہ نشینی کے زمانہ کے غور و فکر کا نتیجہ وہ اصول تھا۔ جس کا اظہار اخبار میں کیا۔ تند کردہ صدر مضمون کا رسالہ میں شائع ہونا تھا۔ کہ ہر چار طرف سے ہنیمن کی مخالفت ہونے لگی۔ اس کی مخالفت میں مضامین لکھے گئے۔ اس کو گالیاں دی گئیں اور ہر ممکن سے ممکن کوشش۔

ہومیوپیتھک دوالفاظ ” Homoios“ اور ” Patheia“ سے *مل کر بنا ہے۔* Homoios اس کا مطلب ہے ”کسی جیسا ہونا“ اور Patheia کا مطلب ہے ”بیماری“۔ اس میں امراض کے علاج میں ایسے ادویاتی نسخے استعمال کیے جاتے ہیں کہ جن کی زیادہ مقدار عام افراد میں وہی مرض پیدا کرتا ہے جس کے علاج کے لیے وہ نسخہ ہو۔ یعنی جس بیماری کے علاج کے لئے دوا کم مقدار میں دی جاتی ہے یہی دوا اگر زیادہ مقدار میں دی جائے تو یہ دوا اس مرض کا باعث بھی بن سکتی ہے اسی لیے اس کو Like اور اردو میں معالجہ مثلیہ یا ”بالمثل طریقہ علاج“ بھی کہا جاتا ہے۔ [9]

ہومیو پیتھک کی قدیم ترین تاریخ دیکھی جائے تو ڈھائی ہزار سال قبل از مسیح یعنی پانچویں صدی (۴۰۰ سے ۴۷۰ ق م) میں ایک نام بقراط (Hippocrates) کا ملتا ہے۔ جسے بابائے طب کہا جاتا ہے۔ انہوں نے لکھا تھا کہ صحت پانے کے دو طریقے ہیں۔ ایک ” بالضد“ اور دوسرا ” بالمثل“ ہے۔ یہ علاج بالمثل ہی ہومیو پیتھی ہے۔ اُس نے تنبیہ کی کہ مرض کی قدرتی علامات کی پیروی کرو، نہ کہ مخالفت۔ اُس نے علاجِ بالمثل پر ایک مدلل کتاب لکھی۔

عصرِ حاضر میں ہومیو پیتھی کے بانی سیموئیل ہانی مَن ”Samuel Hahnemann“ ہیں، جنہوں نے سالہا سال کی تحقیق و جستجو کے بعد اس طریقہء علاج کو دریافت کیا۔ سیموئیل ہانی مَن بذات خود ایلو پیتھک ڈاکٹر تھے ان کی بیٹی بیمار ہوئی جس کا انگریزی دواؤں کے ذریعے علاج کیا گیا تاہم دواؤں کے مضر اثرات (Side Effect) کے باعث ان کی اکلوتی بیٹی کا انتقال ہو گیا۔ تب وہ ایلوپیتھک طریقہ علاج کو خیر باد کہہ کر ہومیو طریقہ علاج دریافت کرنے میں کامیاب ہوئے۔

سیموئیل ہانی مَن کو چودہ مختلف زبانوں پہ عبور حاصل تھا جب اس نے ایلو پیتھک طریقہ علاج کو چھوڑا تو اپنا گھر چلانے کے لئے مختلف کتابوں کے ترجمے کرنا شروع کر دیئے۔ ’سنکونا‘ (Cinchona) جسے کونین بھی کہا جاتا ہے (ایک خاص قسم کی جڑی بوٹی ہے جو ملیریا کی بیماری میں بطور دوا استعمال ہوتی ہے) کے مطالعہ سے اسے ایک نئی راہ ملی بلکہ ہومیو پیتھی دریافت کرنے میں آسانی پیدا ہوئی۔ [10] مزید تحقیق کے بعد سیموئیل ہانی مَن نے دنیا کے سامنے کونین کا نیا فلسفہ پیش کیا اور بتایا کہ :”کونین کو بخار اتارنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے لیکن میں کہتا ہوں کونین تندرستی کی حالت میں کھائی جائے تو بخار پیدا بھی کرتی ہے“ ۔یہی علاج بالمثل کا آغاز تھا اور اسکے بعد ہومیو پیتھک ادویات کی تیاری اور تحقیق کا عمل شروع ہو گیا۔

ہومیو پیتھی کی ابتداء 1790ء کی دہائی میں جرمنی میں ہوئی پھر فرانس اور برطانیہ پہنچی۔ 19ویں صدی میں ہومیو پیتھی کو سب سے زیادہ شہرت ملنا شروع ہوئی۔ امریکہ میں اس کا آغاز 1825ء میں ہوا۔ اس کے بعد 1835ء میں امریکہ میں پہلے ہومیو پیتھک سکول کا قیام عمل میں آیا اور 1844ء میں پہلی بار اس کی باقاعدہ ایک تنظیم ”American Institute of Homeopathy “ وجود میں آئی۔ اس کے بعد 19ویں صدی میں امریکہ اور یورپ میں ہومیو طریقہ علاج بہت تیزی سے پھیلا اور اس کے درجنوں ادارے بنے اور کچھ عرصے بعد اس کے ہزاروں ماہرین تیار ہو گئے جو اسی طریقے پر لوگوں کا علاج کرتے۔ اسی صدی کے اواخر میں طب کے شعبے میں بڑا نام و مقام رکھنے والے سائنسدانوں کی طرف سے ہومیو پیتھی کی مخالفت کا آغاز ہو گیا جس کی وجہ سے اس کی ساکھ کو بہت نقصان پہنچا اور یہ طریقہ علاج زوال کا شکار ہو گیا یہاں تک کہ 1920ء میں امریکہ میں ہومیو پیتھی کا آخری سکول بھی بند ہو گیا۔ اس کا دوبارہ عروج جرمنی کی نازی افواج کے ساتھ ساتھ پھیلا جس نے اس پر ایک کثیر رقم خرچ کی اس کے باوجود کہ اس کا کوئی مثبت نتیجہ سامنے نہیں آرہا تھا۔

فرانس میں 90 کی دہائی میں ہومیو پیتھی کو میڈیکل کا بہترین نظام قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ 2000ء جنیوا میں دنیا بھر سے سروے رپورٹ کے بعد WHO نے ہومیو پیتھک کو

CC BY

امراض کی روک تھام کا دوسرا بڑا طریقہ علاج قرار دیا ہے۔ 2000ء ہی میں برطانوی ایوان امراء نے اور 22 مارچ 2002ء وائٹ ہاؤس کمیشن، واشنگٹن نے ہومیو پیتھی کی حیثیت کو تسلیم کیا۔ آج بھی دنیا میں اس طریقہ علاج پر لاکھوں لوگ عمل کرتے ہیں اور اس کے ذریعے ہی بیماریوں کا علاج کراتے ہیں۔ دنیا میں اس وقت جتنے بھی طریقۂ علاج موجود ہیں اور جن کی سرپرستی ہو رہی ہے، اُن میں ہومیو پیتھی طریقۂ علاج بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ ذرائع ابلاغ میں تشہیر کے بغیر ہی روز افزوں مقبولیت اس کے کامیاب نتائج کا ثبوت ہے۔ بلاشبہ اس کی اہمیت کو اس کی افادیت اور شفایابی کی صلاحیت نے اُجاگر کیا ہے۔[11]

ہومیو پیتھی کیا ہے؟

ہومیو پیتھی دراصل یونانی زبان کا ایک لفظ ہے۔ جو دو اجزاء سے مل کر ایک بنا ہے۔ اصل میں ہوسیو آس اور پے تھوس دو علیحدہ علیحدہ لفظ ہیں۔ جس میں اول الذکر کے معنے مشابہ یا مثل اور موخر الذکر کے معنے علاج یا ازالہ مرض کے ہیں۔ ان دونوں سے ملکر ہومیو پیتھی ایک لفظ بنا جس کے معنے علاج بالمثل کے ہوئے۔

علاج بالمثل کا اصول زمانہ قدیم سے چلا آتا ہے۔ حضرت مسیح سے صدیوں پہلے یونانی طب کے قدیم پیشر وبقراط کو بھی اس اصول کا علم تھا۔ چنانچہ اس نے علاج بالمثل پر ایک کتاب لکھ کر اس کی حقیقت کو واضح کر دیا تھا۔ اسی طرح مشہور طبیب سقراط کا قول ہے کہ "مشابہ الاثر ادویہ سے بھی امراض کا دفعیہ کیا جا سکتا ہے"۔ آیورویدک طریقہ علاج کی قدیم کتب میں بھی کہیں کہیں ان اصولوں کی بابت ذکر آتا ہے۔ اور تاریخی طور پر بہت سے واقعات ایسے رونما ہو چکے ہیں جب سے علاج بالمثل کی حقیقت پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ تاریخ کے صفحات ہمیں بتلاتے ہیں کہ وریودھن نے بھیشم کو زہر دے کر تالاب میں پھنکوا دیا تھا تا کہ وہ ہلاک ہو جائے۔ لیکن تلاب میں بھیشم کے سانپ نے کاٹا۔ اور سانپ کے کاٹتے ہی اس پر زہر کا کچھ بھی اثر نہ رہا۔ اور اچھا خاصا ہو کر واپس چلا آیا۔

ہومیو پیتھی کے چار اصول

ہومیو پیتھی طریقہ علاج کو جاننے اور سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل چار امور کا مطالعہ کرنا نہایت ضروری ہے کو کہ ہومیو پیتھی کے بنیادی اصول ہیں۔

(1) بیماری کیا ہے

(2) خواص الادویہ

(3) دوا اور مرض کا باہمی تعلق

(4) مقدار خوراک

"بیماری کیا ہے"

تمام اطبا و ڈاکٹر مرض جسم انسان کی کسی بڑی اور شدید ترین علامت کو قرار دیتے ہیں۔ نہ ہز مرض کو معلوم کرنے کے لیے کیمیائی تغیرات اور خوردبینی مشاہدات کے ذریعہ بنایا جاتا ہے لیکن مادی ذرائع سے راویات کا علم ہو سکتا ہے۔ یہ کس قدر حیرت انگیز اور مضحکہ خیز بات ہے۔ کہ جسم انسانی میں صحت کی تبدیلی کے وقت جو علامات پیدا ہوتی ہیں۔ اس میں سے ایک کو مرض کہا جاتا ہے۔ آہ کوئی ان سے پوچھے۔ کہ علامات تو مرض کے بعد ہوا کرتی ہیں۔ مثلاً کسی شخص کا چہرا زرد ہے، منہ کا مزا تلخ اور قبض کی شکایت کے ساتھ مقام جگر گرم ہے۔ آنکھوں کی رنگت بھی زرد ہے۔ تو اس مرض کو یرقان کہیں گے۔ لیکن یہ آنکھوں کا زرد ہونا اور دیگر تمام عوارض اگر مرض ہو گئے تو پھر علامات کون سی رہیں۔ اسی طرح اگر پھیپھڑوں میں زخم ہو جائے تو اس کو سل کہا جاتا ہے لیکن پھیپھڑوں میں زخم ہونا تو ایک علامت ہے پھر اس کو مرض کہنا کس قدر غلطی ہے۔

دوسری طرف ہومیو پیتھی ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ مرض در حقیقت وائیٹل فورس نامی روحانی قوت کی ابتری کا نام ہے۔ جو ہر بدن انسانی میں قدرت نے ودیعت رکھی ہے۔ اور جس کا تعلق مرنے کے بعد بدن سے منقطع ہو جاتا ہے۔ چونکہ یہ قوت نہایت لطیف ہے۔ اس لیے اس کو معمولی اسباب سے بھی تغیّر آ جاتا ہے۔ پس جس قدر بھی وبائی اور سمی امراض پیدا ہوتے ہیں وہ سب وائیٹل فورس (قوت روحانی) کے اثر سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ ہومیو پیتھی کا ناقابل فراموش احسان ہے۔ کہ اس نے مادیت کے چکر سے نکال کر روحانیت کی تعلیم دی۔ مرض کا سب سے پہلا اثر قوت روحانی پر ہوتا ہے۔ اس کے نعد مرض کی علامات نمایاں ہوتی ہیں۔

خواص الادویّہ

تمام مرّوجہ طریقہ علاج میں ادویہ کے خواص دو طرح معلوم کئے گئے ہیں۔ زمانہ قدیم میں تو یہ رواج تھا کہ جو دوا کسی بیماری میں دی گئی اور وہ مفید ثابت ہوئی پس اس کو اس مرض کے لیے مفید سمجھ کر ایک دوسرے کو اس کی تلقین کرتے چلے آئے یہاں تک کہ اس طریقہ پر انہوں نے اپنے لیے ایک میٹریا میڈیکا مرتب کر لی۔

دور ترقی میں دوسرا طریقہ خواص ادوّیہ معلوم کرنے کا کیمیائی امتحان ہے۔ لیکن کیمیائی طریقہ سے دوا کے اجزاء کا امتحان کرنے سے بھی کوئی قبل اعتماد امر ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ امر مشائدہ میں آ چکا ہے۔ کہ ایک شئے کسی چیز میں حل ہو گئی لیکن اسی چیز کے ساتھ اس کو ملا کر بدن انسان میں پہنچایا گیا۔ تو اس میں کسی قسم کا بھی تغیر نہ ہوا۔ بلکہ اس کا اثر علی حالہ قائم رہا۔ مثلاً سانپ کا زہر پوٹاسیم پرمنگے ٹاش کھلایا جائے تو بعض دفعہ کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا۔ خواص الادوایہ کے تدوین کی تیسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جانوروں کے جسم میں دوائیں داخل کر کے تجربات حاصل کیے گئے۔ اور جو علامات پیدا ہوئیں وہ دوا کی خاصیت سمجھی گئیں۔ لیکن یہ اصول بھی غلط ہے۔ کیونکہ انسانی ساخت اور جانوروں کی ساخت میں بہت بڑا فرق ہے۔ ممکن ہے کہ ایک دوا ان میں کوئی علامت پیدا کر دے۔ اور انسان میں بجائے مفید ثابت ہونے کے مضر ثابت ہو۔ برخلاف اس کو ہومیو پیتھی میں خواص الادویہ کی ترتیب مختلف عمر کی عورت، مرد، خورد سال بچے اور بوڑھے آدمیوں پر تجربہ کر کے کی گئی ہے۔ اور پھر ایک دوا کو کئی کئی کرتبہ کھلا کر دیکھا گیا ہے۔ اور جب ہر مرتبہ ایک ہی قسم کی علامات پیدا ہو گئیں تو اس دوا کو ان ہی

OPEN ACCESS

علامات کے لیے مفید بتایا گیا۔

دوا اور مرض کا باہمی رشتہ

دوا اور مرض کے باہمی رشتہ سے یہ مراد ہے کہ اگر کوئی دوا کسی مرض میں مفید ہے تو وہ کس اصول کے ماتحت فائدہ بخشتی ہے۔ تمام طرق علاج کے خواص الادویہ دیکھیے کسی میں یہ امر معلوم نہ ہوگا کہ فلاں دوا فلاں مرض میں اس لیے مفید ہے۔

یونانی طریقہ علاج میں اگرچہ دواؤں کے بیان کے ساتھ ان کے خواص کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ بعض دوائیں گرم ہیں۔ اور وہ بوجہ اپنی گرم کیفیت کے سرد بیماریوں میں فائدہ مند ثابت ہوتی ہے۔ اور اسی طرح سرد دوائیں گرم امراض میں نفع مند ہیں۔ لیکن یہ اصول بھی ہو جگہ نہیں برتا جاتا۔ بہت سی بیماریاں ایسی ہیں جو گرم ہیں اور اطباّء عام طور پر ان میں گرم دوائیں استعمال کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر یوں سمجھنا چاہیے کہ دل کی اکثر بیماریاں گرم ہوتی ہیں لیکن مشک وعنبر وغیرہ گرم دوائیں دل کی بیماریوں میں استعمال کی جاتی ہیں۔ اسی طرح آتشک گرم اور سوداوی مرض ہے۔ لیکن شنگرف اور پارہ کے مرکبات کھلائے جاتے ہیں جو سخت گرم ہیں۔

الحاصل طب یونانی کا استعمال دوا کے متعلق یہ تعلق بیان کرنا بھی کسوٹی پر پورا نہیں اترتا۔ ہومیوپیتھی اس کے متعلق ہمارے سامنے یہ صاف اور صحیح اصول پیش کرتی ہے کہ جو دوا تندرستی کی حالت میں جس قسم کی علامات پیدا کرے گی اگر قدرتی طور پر وہی علامات پائی جائیں تو وہ اس کو دفع کرے گی۔ اس اصول سے دوا اور مرض کا باہمی تعلق معلوم ہو گیا۔ کہ دوا جس کسی مرض کو بھی دفع کرتی ہے وہ محض اس لیے کہ تندرستی کی حالت میں خود ہی اس مرض کو پیدا بھی کرتی ہے۔ مثلاً اگر ہم کوئی زیادہ مٹھاس والی چیز کھا کر اس کے بعد کم میٹھاس والی چیز کھائیں تو منہ میں بلکل پھیکا پن ظاہر ہوتا ہے۔ وہ اس لیے کہ پہلی مٹھاس دوسری ہلکی مٹھاس میں محلول ہو جاتی ہے۔

مقدار خوراک

مندرجہ بالا اصول کے علاوہ ہومیوپیتھی کا ایک اصول تقلیل دوا ہے۔ اور یہ ایسا اصول ہے کہ جس کو سن کر مخالفین ہومیوپیتھی تعجب اور حیرت میں آجاتے ہیں۔ اور محض دوا کی اس قدر قلیل مقدار کو بے اثر سمجھ کر ہومیوپیتھی اصول کو غلط قرار دے دیتے ہیں۔ لیکن ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ اگر وہ ذرہ بھی انصاف اور غور سے کام لیں تو اس اصول کی حقیقت ان پر واضح ہو سکتی ہے۔ بات یہ ہے کہ ہومیوپیتھ بیماری کا سبب وائیٹل فورس (قوت روحانی) کے بگاڑ کو قرار دیتی ہے۔ اور جب مرض محض روحانی قوت کی ابتری کا نام ہو تو لا محالہ دوا بھی ایسی ہونی چاہیے جو روحانی طور پر خرابی کا انداد کر سکے۔ اس لیے کہ ہر ایک چیز اپنے مشابہ چیز سے متاثر ہوتی ہے۔ اور جس قدر دوا کم مقدار میں دی جائے گی اس میں اجزاءمادیہ کم ہوں گے اور اجزاءروحانیہ زیادہ ہوں گئے۔ نیز ہم نے محض دوا کے ذریعہ قوت روحانی کی اعانت کرنی ہے تو اس کے لیے ایسی ہی دوا دینی چاہیے۔ جو زیادہ لطیف ہو۔ کیونکہ قوت روحانی بھی لطیف ہے۔

علاوہ ازیں بعض نازک طبع اشخاص کڑوی اور کسیلی دواؤں کے بھرے ہوئے پیالے پینے کے مقابلے میں بیماری کو پسند کرتے ہیں۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ جس قدر ممکن ہو سکے دوا تھوڑی مقدار میں پئیں۔ ہومیوپیتھی میں باوجود اس قدر قلیل مقدار میں دوا دینے کے حیرت انگیز نتائج حاصل ہوتے ہیں۔ وہ محض اس لیے کہ دوا کو رگڑنے سے اس کے اجزاء میں زیادہ لطافت آجاتی ہے۔ اور زیادہ لطافت کر باعث اس میں روحانیت کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے بعض مشاہدات ہمارے دعوے کی دلیل میں مثلاً۔

(1)۔ڈاکٹر پریرا لکھتے ہیں کہ بعض دفعہ پارہ کے ایسے اجزاء جو آنکھ سے بھی دیکھائی نہیں دیتے مختلف امراض اور زیادہ بھوک آنے کا باعث ہوتے ہیں۔

(2) بعض ایسے پیشہ ور جو سیسے کا کام کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ سیسہ بلکل نہیں کھاتے لیکن ان کے جسم میں زہریلے اثرات پیدا ہو جاتے ہیں۔

(3) بعض اوقات محض کسی خبر کے سننے سے ایسے تغیرات پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو بڑی سے بڑی تیز اور کثیر المقدار دوا سے بھی نہیں ہوتے۔

(4) روغن تاپین کو اگر داخلی طور پر استعمال کیا جائے تو قولنج کی صورت میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ لیکن اگر اس کو گرم پانی میں ملا کر لگائیں تو قولنج جاتا رہتا ہے۔

(5) جو اشخاص بعض دفعہ محض خوشبو وغیرہ کے سونگھنے سے ہوش میں آجاتے ہیں۔ حالانکہ اگر ان کو وہ عطر کثیر تعداد میں پلا بھی دیا جائے تو کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔

ہومیوپیتھی کی خصوصیات

(1) دوا قلیل مقدار میں استعمال کی جاتی ہے جس کو مریض ہنسی خوشی پینے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

(2) دوا خوش ذائقہ ہوتی ہے اس لیے اس کو بچے بھی آسانی سے استعمال کرتے ہیں۔

(3) اس کی دوائیں کم قیمت ہیں اور اس لیے اس سے غریب سے غریب بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

(4) اس کی دوائیں بے ضرر ہیں۔ اگر غلط تشخیص کے باعث معالج مرض کے خلاف دوا استعمال کرا دے تو معتد بہ نقصان نہیں ہوتا۔

(5) کرانک ڈیریز (امراض مزمنہ) کا سب سے بہتر اور شافی علاج ہومیوپیتھی اصول کے ماتحت ہو سکتا ہے۔

(6) تمام قابل عمل جراحی امراض کا علاج دواؤں سے کیا جاتا ہے۔ اور اس لحاظ سے دیگر معالج حضرات کے نشتر کا مقابلہ ہومیوپیتھی کی ننھی ننھی گولیاں مردانگی کے ساتھ کرتی ہیں۔

(7) ہومیوپیتھی کے اصول صاف اور سچے ہیں۔ جو مادیت سے نکال کر روحانیت کی تعلیم دیتے ہیں۔[12]

OPEN ACCESS

علاج کا حکم اور جواز:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنیادی طور پر اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے[13] اور اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے اس کا صحت مند ہونا ضروری ہے، لیکن بعض اوقات انسان کو جسمانی یا نفسیاتی امراض لاحق ہو جاتے ہیں جن کے علاج معالجے کا حکم قرآن و سنّت میں موجود ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں جہاں روحانی اور باطنی بیماریوں کے حل تجویز فرمائے وہیں جسمانی اور ظاہری امراض کے لیے بھی آسان اور نفع بخش ہدایات دی ہیں۔ ہمیں قرآن وسنت میں بہت سے احکام صرف علاج کے بھی ملتے ہیں۔

علاج جائز اور مشروع ہے اور اس کے جواز میں کسی قسم کا ابہام نہیں ہے۔ ذیل میں اس سلسلے میں قرآن وسنت میں موجود نصوص میں سے چند ذکر کئے جاتے ہیں:

حالت احرام میں سر کے بالوں کو کٹوانا منع ہے لیکن اگر کسی شخص کے سر میں جوئیں پڑ جائیں تو اس کو تکلیف سے نجات پانے کے لئے بالوں کو منڈوا کر فدیہ ادا کر سکتا ہے، اور اس پر کسی قسم کا گناہ بھی لازم نہ آئے گا۔

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ۗ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ[14]

ترجمہ: "اور اپنے سر کے بالوں کو اس وقت تک نہ منڈواؤ جب تک کہ ہدی اپنی جگہ پر نہ پہنچ لے اور جو بیمار ہو یا جس کے سر میں جوئیں ہوں تو وہ (بال منڈوا کر) فدیہ ادا کر دے"۔

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاۗءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا[15]

"اور ہم قرآن (کے ذریعے) سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفاء اور رحمت ہے، اور ظالموں کے حق میں تو اس سے نقصان ہی بڑھتا ہے"۔

علامہ قرطبیؒ رحمہ اللہ (متوفی: 671ھ) اس آیت کے ضمن میں شفاء کے دو معانی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اختلف العلماء في كونه شفاء على قولين: أحدهما: أنه شفاء للقلوب بزوال الجهل عنها وإزالة الريب، ولكشف غطاء القلب من مرض الجهل لفهم المعجزات والأمور الدالة على الله تعالى الثاني: شفاء من الأمراض الظاهرة بالرقى والتعوذ ونحوه''۔[16]

"قرآن پاک کے شفاء ہونے کے بارے میں علماء کی دو مختلف آراء ہیں: پہلی رائے یہ ہے کہ یہ (صرف) دل کی بیماریوں کے لئے شفاء ہے جیسے دل سے جہالت اور شک کو دور کرنا، اور دل سے جہالت کے پردے کو ہٹانا تاکہ وہ معجزات کو اور اللہ کی پہچان والے امور کو سمجھے (یعنی صرف روحانی بیماریوں کا علاج ہے)۔ دوسری رائے یہ ہے کہ اس میں امراض ظاہرہ کا بھی علاج ہے جیسے دم کرنا یا تعویذ کرنا وغیرہ"۔

تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ (المتوفی: 606ھ) بھی اس آیت کے تحت قرآن کو روحانی اور جسمانی دونوں بیماریوں کے لئے شفاء قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''والمعنى: وننزل من هذا الجنس الذي هو قرآن ما هو شفاء، فجميع القرآن شفاء للمؤمنين، واعلم أن القرآن شفاء من الأمراض الروحانية، وشفاء أيضا من الأمراض الجسمانية''[17]

"اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جنس قرآن ہی شفاء کا باعث ہے، پس قرآن سارا کا سارا ہی ایمان والوں کے لئے شفاء ہے۔ یہ بات جان لینی چاہئے کہ قرآن جس طرح روحانی امراض کے لئے شفاء ہے اسی طرح جسمانی امراض سے بھی شفاء کا ذریعہ ہے"

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عليكم بالشفائين: العسل والقرآن[18]

"دو چیزوں سے شفاء حاصل کرنا تم پر ضروری ہے (ایک) شہد اور (دوسرا) قرآن"۔

قرآن پاک میں بھی شہد کو شفاء کہا گیا ہے۔ سورہ النحل میں ﴿ فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ ﴾[19] کے الفاظ اس حدیث کی تائید و توثیق کرتے ہیں۔

صحیح مسلم میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''لكل داء دواء فإذا أصيب دواء الداء برأ بإذن الله عزوجل''[20]

"ہر بیماری کی دوا ہے۔ جب بیماری کو اس کی اصل دوا میسر ہو جائے تو انسان اللہ عزوجل کے حکم سے شفایاب ہو جاتا ہے"۔

صحیح بخاری میں مذکور ہے:

CC BY

''ما أنزل الله داء إلا أنزل له شفاء''[21]

" اللہ عزوجل نے کوئی ایسی بیماری نازل نہیں کی جس کی شفا نازل نہ کی ہو"۔

جناب نبی کریم ﷺ کا تعامل خود علاج کے جواز بلکہ حکم پر دلالت کرتا ہے۔ آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو علاج کا حکم فرمایا تھا، جیسا کہ ترمذی شریف میں حدیث موجود ہے۔

''نعم، يا عباد الله تداووا، فإن الله لم يضع داء إلا وضع له شفاء، أو قال: دواء إلا داء واحدا قالوا: يا رسول الله، وما هو؟ قال: الهرم.''[22]

"ہاں، اللہ کے بندو! علاج کروایا کرو، اس لئے کہ اللہ نے کوئی ایسی بیماری پیدا نہیں کی جس کی شفاء نہ ہو۔ یا فرمایا: جس کی دوا نہ ہو، سوائے ایک بیماری کے، صحابہ کرام نے عرض کیا وہ ایک بیماری کون سی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بڑھاپا"۔

علاج کروانا تقدیر کے منافی نہیں ہے بلکہ یہ اسباب کو اختیار کرنے کا ہی ایک انداز ہے۔ اس بات کی طرف بھی سنن ابن ماجہ کی حدیث میں اشارہ ملتا ہے جس میں آپ ﷺ نے صحابہ کرام کے اس شبہ کو دور کرنے کے لئے فرمایا: "هی من قدر الله" "یہ (علاج) بھی اللہ کی تقدیر (ہی) ہے"۔

خود نبی کریم ﷺ نے بھی اپنا علاج کروایا ہے اور آپ ﷺ اس زمانے کے رائج علاج کے مطابق پچھنے لگواتے تھے۔ روایت میں آتا ہے:

'' كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يحتجم على الأخدعين، وكان يحتجم لسبع عشرة وتسع عشرة وإحدى وعشرين''

" نبی کریم ﷺ دونوں کندھوں پر پچھنے لگوایا کرتے تھے اور چاند کی سترہ تاریخ یا انیس تاریخ یا اکیس تاریخ کو پچھنے لگواتے تھے"

علاج کرنے سے یا کروانے سے توکل کی نفی نہیں ہوتی۔ اسی بات کو علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (المتوفی: 751ھ) زاد المعاد میں علاج کی اہمیت وضرورت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وفيها رد على من أنكر التداوي، وقال: إن كان الشفاء قد قدر فالتداوي لا يفيد، وإن لم يكن قد قدر فكذلك ''

ترجمہ: "علاج معالجہ کرانے کے حکم میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ اگر مقدر میں شفاء لکھی ہے تو علاج کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اگر مقدر میں شفاء نہیں تو بھی علاج کا کوئی فائدہ نہیں"۔[23]

نبی کریم ﷺ نے باقی جسمانی اور روحانی بیماریوں کے علاوہ نظر کے علاج کی طرف بھی رہنمائی فرمائی جو کہ سنن ترمذی میں موجود ہے۔

"العين حقّ " ترجمہ: "نظر بد کا اثر برحق ہے"

ایک اور مقام پر نظر کی اہمیت کا بیان ان الفاظ میں کیا گیا: "ولو كان شيء سابق القدر لسبقتْه العينُ "[24]

"اگر کوئی چیز تقدیر سے آگے بڑھ سکتی ہے تو وہ نظر بد ہی ہے"۔

امام مسلم رحمہ اللہ (المتوفی: 261ھ) نے صحیح مسلم میں" باب جواز أخذ الأجرة على الرقية بالقرآن والأذكار" کے عنوان سے ایک الگ باب قائم کیا ہے جس میں دم کرنے پر اجرت لینے کو حدیث سے جائز ثابت کرتے ہیں۔

خلاصۃ البحث

علاج کرانا شرعاً جائز ہے۔ احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں۔ خود جناب نبی کریم ﷺ کے تعامل سے یہ ثابت ہے۔ علاج کرانا تقدیر کے خلاف نہیں بلکہ علاج کرانا بھی تقدیر ہے، البتہ شفاء من جانب اللہ ہے اور اللہ ہی کے حکم سے بیماری سے شفاء ملتی ہے۔ آج کے دور کا انسان جن گوناگوں مسائل سے دوچار ہے ان میں صحت وتندرستی کے مسائل سرفہرست ہیں۔ صحت اللہ تعالی کی اہم ترین نعمت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے: " نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس: الصحة والفراغ" ترجمہ: "دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں بہت سے لوگ خسارے میں رہتے ہیں، ایک صحت اور دوسری فراغت"۔

صحت کی قدر ومنزلت انسان کو تب معلوم ہوتی ہے جب وہ بیماری میں مبتلا ہو جائے۔ صحت اللہ تعالی کی عطا کردہ عظیم نعمت ہے، روز قیامت انسان سے جن انعامات کا پوچھا جائے گا، ان میں صحت اور ٹھنڈا پانی سرفہرست ہوں گے جیسا کہ سنن ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''أول ما يقال للعبد يوم القيامة: ألم أصحح جسمك وأرويك من الماء البارد''[25]

"قیامت کے دن سب سے پہلے انسان سے کہا جائے گا: کیا میں نے تمہارے جسم کو صحیح نہیں بنایا تھا اور تمہیں ٹھنڈا پانی نہیں پلایا تھا؟"۔

اس کے علاوہ اس باب میں متعدد ایسی احادیث موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے حفظان صحت کو بہت اہمیت دی ہے۔ صحاح ستہ میں وارد اس باب کی احادیث پڑھنے سے یہ اندازہ بآسانی لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام حفظان صحت کا کس قدر خواہاں ہے اور وہ کس طرح روحانی ارتقاء کے ساتھ ساتھ جسمانی صحت اور تندرستی میں بھی دلچسپی لیتا ہے۔

صحت ایک عطیہ خداوندی ہے لیکن اس بیش بہا نعمت کی کماحقہٗ قدر نہیں کی جاتی اور لوگ اس میں غفلت برتتے ہیں۔ مال وزر، جائداد اور دیگر املاک کی قدر دانی تو ہر ایک کرتا ہے لیکن

OPEN ACCESS
CC BY

جس قوت وصلاحیت (یعنی صحت) سے یہ تمام چیزیں میسر آتی ہیں اور جس کے ذریعے ان تمام نعمتوں سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے، اس کو برقرار رکھنے اور اس کی حفاظت کے لیے کسی قسم کی احتیاط نہ کرنا کم عقلی قرار دی جاسکتی ہے۔ اس لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ صحت کا خیال رکھنے اور علاج کرانے کا کیا حکم ہے۔ امام ابن تیمیہ (المتوفی: 728ھ) اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

''وقد يكون منه ما هو واجب وهو : ما يعلم أنه يحصل به بقاء النفس لا بغيره كما يجب أكل الميتة عند الضرورة فإنه واجب عند الأئمة الأربعة وجمهور العلماء''[26]

''بعض صورتوں میں علاج معالجہ واجب ہے اور یہ اس صورت میں جب یقین ہو جائے کہ اس کے بغیر زندہ رہنا ممکن نہیں مثلاً اضطراری حالت میں مردار کا کھالینا واجب ہے، ایسی صورتِ حال میں ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کے نزدیک ایسا کرنا واجب ہے''۔

شیخ محمد بن صالح عثیمین (المتوفی: 1421ھ) فرماتے ہیں:

'' فالأقرب أن يقال ما يلي:

1 ــ أن ما عُلم، أو غلب على الظن نفعه مع احتمال الهلاك بعدمه، فهو واجب.

2 ــ أن ما غلب على الظن نفعه، ولكن ليس هناك هلاك محقق بتركه فهو أفضل.

3 ــ أن ما تساوى فيه الأمران فتركه أفضل؛ لئلا يلقي الإنسان بنفسه إلى التهلكة من حيث لا يشعر.''[27]

جس مرض کے علاج سے شفاء کا ظن غالب ہو اور علاج نہ کرانے سے ہلاکت کا احتمال ہو تو اس کا علاج کرانا واجب ہے۔

جس مرض کے علاج سے ظن غالب کے مطابق نفع ہو اور علاج نہ کرانے سے ہلاکت یقینی نہ ہو تو اس مرض کا علاج کرانا افضل ہے۔

جس مرض کے علاج سے شفاء اور ہلاکت کے خدشات برابر ہوں تو اس کا علاج نہ کرانا افضل ہے تاکہ انسان لاشعوری طور پر اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈال بیٹھے''۔

میڈیکل علاج کے بارے میں 'اسلامی فقہی بورڈ' نے اپنے اجلاس (منعقدہ مؤرخہ 14-9 مئی 1992ء بمقام جدّہ سعودی عرب) میں قرارداد نمبر 7، 5، 67 پاس کی جس میں ہے کہ:

''الأصل في حكم التداوي أنه مشروع ، لما ورد في شأنه في القرآن الكريم والسنة القولية والفعلية، ولما فيه من ''حفظ النفس'' الذي هو أحد المقاصد الكلية من التشريع . وتختلف أحكام التداوي باختلاف الأحوال والأشخاص: فيكون واجباً على الشخص إذا كان تركه يفضي إلى تلف نفسه أو أحد أعضائه أو عجزه ، أو كان المرض ينتقل ضرره إلى غيره ، كالأمراض المعدية. ويكون مندوباً إذا كان تركه يؤدي إلى ضعف البدن ولا يترتب عليه ما سبق في الحالة الأولى .ويكون مباحاً إذا لم يندرج في الحالتين السابقتين. ويكون مكروهاً إذا كان بفعل يخاف منه حدوث مضاعفات أشد من العلة المراد إزالتها.''[28]

''علاج معالجہ اصلاً جائز ہے، کیونکہ اس کے متعلق قرآنِ کریم اور سنّتِ قولی وفعلی میں دلائل موجود ہیں اور یہ اس وجہ سے بھی مشروع ہے کہ اس سے انسانی جان کی حفاظت ہوتی ہے جو شریعتِ مطہرہ کے مقاصدِ اصلیہ میں سے ایک اہم مقصد ہے۔ اور ابدان واحوال کے اختلاف کے مطابق علاج معالجے کے احکام بھی بدلتے رہتے ہیں چنانچہ جس مرض سے جان کی ہلاکت یا کسی عضو کی خرابی یا اس کے مفلوج ہونے کا اندیشہ ہو، یا متعدی امراض کی طرح اس مرض کا اثر دیگر لوگوں تک منتقل ہونے کا خطرہ ہو تو اس کا علاج کرانا واجب ہے۔ جس مرض کے علاج نہ کرانے سے بدن کے کمزور ہونے کا اندیشہ ہو اور مذکورہ بالا خطرات نہ ہوں تو اس کا علاج کرانا مستحب ہے۔ جب مذکورہ بالا دونوں صورتیں (جان کی ہلاکت/بدن کی کمزوری) نہ ہوں تو علاج کرانا جائز ہے اور جب کسی مرض کے علاج کی وجہ سے اس سے بدتر مرض کے در آنے کا خطرہ ہو تو اس کا علاج کرانا مکروہ ہے''۔ لہذا علاج معالجہ جائز ہے۔ البتہ علماء نے وجوب اور استحباب کے اعتبار سے اس کی درجہ بندی کی ہے جس کا خلاصہ یوں ہے: * جس بیماری سے ہلاکت کا اندیشہ ہو یا کسی عضو کی خرابی یا مفلوج ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کا علاج کرنا واجب ہے۔

جس بیماری سے کمزوری کا اندیشہ ہو تو اس کا علاج کرنا مستحب ہے۔

جس بیماری سے ہلاکت یا کمزوری کا اندیشہ نہ ہو تو اس کا علاج کرنا جائز ہے۔

جس بیماری کے علاج سے اس سے بدتر مرض لاحق ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کا علاج کرنا مکروہ ہے۔

علاج کے حکم میں فقہاء کرام کا اختلاف

علاج کے جواز کے دلائل ماقبل میں گزر چکے ہیں تاہم اس کے حکم میں فقہاء اربعہ اور دیگر علماء کے اقوال مختلف ہیں جن کا اگر احاطہ کیا جائے تو اس میں کل چار فقہی آراء ملتی ہیں، جن کا ذکر کرنا افادیت سے خالی نہیں ہے۔

CC BY

اول قول: اباحتِ علاج :

اول قول احنافؒ اور مالکیہؒ کا ہے جو کہ علاج معالجہ کو مباح کہتے ہیں۔ان کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں :

دلیل نمبر 1:

حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

" تداووا عباد الله، فإن الله سبحانه لم يضع داءً إلى وضع معه شفاء "[29]

"اللہ کے بندو! علاج معالجہ کرایا کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری پیدا کی ہے اس کے ساتھ ہی اُس کی دوا بھی پیدا کی ہے"۔

وجہ استدلال:

اس حدیث سے استدلال اِس کے ظاہری الفاظ سے کیا گیا ہے کہ جب آپ ﷺ سے علاج کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس کے جواب میں آپ ﷺ نے" تداووا عباد اللہ" کے الفاظ سے علاج کا حکم صادر فرمایا ہے اور قانون ہے کہ " وأقل درجات الامر الإباحة" یعنی کہ امر (کسی بھی کام کرنے کے حکم) کا سب سے ادنی درجہ اباحت ہوتا ہے اس لئے اس حدیث پاک سے کم از کم اباحت معلوم ہوتی ہے۔

علامہ خطابیؒ (المتوفی: 388ھ-) اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

"في هذا الحديث إثبات الطب، والعلاج، وأن التداوي مباح، غير مكروه كما ذهب إليه بعض الناس"[30]

" اس حدیث سے طب، علاج کروانے، دوا کے استعمال کی اباحت اور علاج معالجہ کے مکروہ نہ ہونے کا ثبوت ملتا ہے جس کی طرف بعض لوگ گئے ہیں"۔

دلیل نمبر 2:

امام مالکؒ نے اپنی مؤطا میں حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی ہے کہ حضور ﷺ سے دو آدمیوں نے ایک بیماری کا علاج کروانے کے بعد سوال کیا" أوَ في الطب خيرٌ يا رسول الله؟ " کہ کیا علاج میں کوئی بھلائی موجود ہے؟ تو آپ ﷺ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا:

" أنزل الدواءَ الذي أنزل الأدواءَ " "دوا بھی اسی (اللہ) نے نازل کی ہے جس نے بیماری نازل کی ہے"۔

علامہ ابن البرؒ (المتوفی: 463ھ) فرماتے ہیں:

"وفي هذا الحديث إباحة التعالج لأن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم ينكر ذلك عليهم"۔[31]

"اس حدیث میں علاج کی اباحت موجود ہے اس لئے کہ آپ ﷺ نے ان دونوں اشخاص پر علاج کروانے کے بارے میں کوئی نکیر نہیں فرمائی"۔

دلیل نمبر 3:

یہ احادیثِ مبارکہ تمام انسانیت کو ہر بیماری کے علاج کے باب میں تسلسل کے ساتھ تحقیق کے عمل کو جاری رکھنے پر آمادہ کرتی ہیں اور اسلام اس تصور کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا کہ بعض بیماریاں بالکل لاعلاج ہیں۔

کسی بیماری کو لاعلاج کہنا دراصل تحقیق اور تنقیح کے اصول کی نفی کرنے کے مترادف ہے بلکہ کسی مرض کا علاج دریافت نہ کرنا اور اس مرض ہی کو نا قابل علاج قرار دے دینا حدیث کی روح کی نفی ہے۔ گزشتہ حدیث میں مریض اور طبیب دونوں کی ڈھارس باندھی گئی ہے کہ وہ مایوس نہ ہوں۔ حضور ﷺ نے دوا کی جستجو اور اس کی تفتیش پر طبیب و مریض دونوں ہی کو ابھارا ہے اس لیے کہ مریض جب باور کرلیتا ہے کہ اس بیماری کی دوا موجود ہے تو مایوسی اس سے کوسوں دور ہو جاتی ہے، وہ یاس و حرماں سے نکل کر آس کے دروازے میں داخل ہو جاتا ہے۔ جونہی امید کی کرن سے اس کا نفس قوی ہو جاتا ہے، تو اس کی توانائی سے مرض پر قابو پانے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ اور جب طبیب کو اس بات کا علم ہو کہ اس مرض کی دوا موجود ہے، اس کا حصول ممکن ہے اور جستجو سے دریافت ہو جائے گی، تو طبیب کی طبیعت میں بھی شفا کی امنگ پیدا ہو جاتی ہے۔

صحیح احادیث میں معالجہ کرنے کا حکم موجود ہے یہ حکم توکل کے منافی نہیں۔ جیسے بھوک کے وقت غذا کا استعمال، پیاس کے وقت مشروب کا استعمال، گرمی سے بچاؤ کے لئے ٹھنڈی چیزوں کا استعمال اور ٹھنڈک سے روک میں گرم چیزوں کا برتنا توکل کے منافی نہیں، ایسے ہی علاج معالجہ کرنا بھی توکل کے منافی نہیں۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ان اسباب کے چھوڑنے سے نہ صرف توکل کی روح مجروح ہو گی بلکہ حکمت الٰہی اور امر الٰہی کی بھی تکذیب ہو گی۔ ابن القیمؒ نے فرمایا:

"وفي الأحاديث الصحيحة الأمر بالتداوي، وأنه لا ينافي التوكل، كما لا ينافيه دفع داء الجوع، والعطش، والحر و البرد، بأضدادها، بل لا تتم حقيقة التوحيد إلا بمباشرة الأسباب، التي نصبها الله مقتضيات لمسبباتها، قدراً وشرعاً، وأن تعطيلها يقدح في نفس التوكل، كما يقدح في الأمر والحكمة و يضعفه من حيث يظن

OPEN ACCESS

معطلها أن تركها أقوى في التوكل ، فإن تركها عجزاً ينافي التوكل، الذي حقيقته اعتماد القلب على الله في حصول ما ينفع العبد، في دينه ودنياه ، ودفع ما يضره في دينه ودنياه، ولا بد مع هذا الاعتماد من مباشرة الأسباب، وإلا كان معطلاً للحكمة ، والشرع ، فلا يجعل العبد عجزه توكلاً، ولا توكله عجزاً."[32]

"صحیح احادیث میں علاج معالجہ کا حکم موجود ہے، جس طرح بھوک اور پیاس دور کرنے اور سردی و گرمی سے بچنے کے لئے دوڑ دھوپ کرنا توکل کے منافی نہیں، اسی طرح بیماری کا علاج کرانا بھی توکل اللہ تعالیٰ کے منافی نہیں ہے، بلکہ اس وقت تک حقیقتِ توحید مکمل نہیں ہوتی جب تک انسان شرعاً و تقدیراً ان اسباب کو بروئے کار نہ لائے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اُس کی ضرورت کے لیے پیدا کیا ہے اور ان اسباب کو اختیار نہ کرنا، حقیقتِ توکل سے پہلو تہی کرنا ہے اور یہ علاج معالجے کے حکم کو جھٹلانے اور اس کی حکمت کو تسلیم نہ کرنے کے مترادف ہے"۔

خلاصہ

یہ تینوں نظام اپنے اپنے زاویے سے صحت کے جامع تصور کو پیش کرتے ہیں۔

ایلوپیتھی اپنی سائنسی اور تجرباتی بنیادوں کی بناپر دنیا میں سب سے زیادہ معتبر نظامِ طب ہے، مگر ہومیوپیتھی اور الیکٹروپیتھی نے بھی انسان کو ایک روحانی و جسمانی وحدت کے طور پر دیکھنے کا قیمتی زاویہ فراہم کیا ہے۔

اگر ان تینوں نظاموں کے بہترین اصولوں کو Integrative Medicine کے طور پر یکجا کر لیا جائے تو علاج میں توازن، کم مضر اثرات، اور بہتر نتائج حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

ہومیوپیتھی، الیکٹروپیتھی، اور ایلوپیتھی تین مختلف مگر اہم طبّی نظام ہیں۔

ایلوپیتھی سائنسی بنیادوں پر تیز رفتار علاج فراہم کرتی ہے، مگر مضر اثرات زیادہ ہیں۔ ہومیوپیتھی جسم کی قوتِ مدافعت کو متحرک کر کے قدرتی شفا دیتی ہے، جب کہ الیکٹروپیتھی جسم کی برقی توانائی کو متوازن کر کے علاج کرتی ہے۔

یہ مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ کوئی ایک نظام کامل نہیں؛ البتہ تینوں کے امتزاج سے ایک جامع اور انسانی فطرت کے قریب تر نظامِ طب تشکیل دیا جا سکتا ہے، جو روح، جسم اور ذہن —— تینوں کو متوازن رکھے۔

---

[1] Count Cesare Mattei, *Electrohomoeopathy: A New Medical System*, trans. John Andrews (London: Reeves and Turner, 1880), 12–15.

[2] K. L. Gauba, *Unani Medicine: Basic Concepts* (Delhi: Lotus Press, 1997), 211.

[3] Dr. Ramji Gupta, *History of Complementary and Alternative Medicine in Europe* (New Delhi: Wisdom Publications, 2011), 102–104.

[4] allopathy. (n.d.). Collins English Dictionary - Complete & Unabridged 10th Edition. Retrieved May 28, 2016 from Dictionary.com website http://www.dictionary.com/browse/allopathy

[5]

↑"Definition – allopathy" .The Free Dictionary. Farlex. Retrieved 25 October 2013. Citing: Gale Encyclopedia of Medicine (2008) and Mosby's Medical Dictionary, 8th ed

OPEN ACCESS

[6] ↥ *Whorton JC .(2004) Oxford University Press US ,ed .Nature Cures: The History of Alternative Medicine in America (illustrated ed.). New York: Oxford University Press. pp. 18, 52 .ISBN.4-517162-19-0*

[7] Chang Y, Brewer NT, Rinas AC, Schmitt K, Smith JS (July 2009). "Evaluating the impact of human papillomavirus vaccines". Vaccine 27 (32): 4355–62 .*doi/10.1016:j.vaccine.2009.03.008 .PMID.19515467*

[8] کریم بخش، مخزن ہومیو پیتھی کورس، شاہ ولی تاجران کتب انار کلی لاہور، ج ا ص ۴

[9] omeopathy. (n.d.). Dictionary.com Unabridged. Retrieved May 26, 2016 from Dictionary. com

[10] Haehl, vol. 1, p.38; Dudgeon, p.48

[11] House of Lords Select Committee on Science & Technology. 'Complementary & Alternative Medicine.' Session 1999-2000, 6th Report. The Stationery Office, 2000

[12] حاجی کریم بخش، مخزن ہومیو پیتھی، ناشر تاجران کتب انار کلی لاہور، ص ۱۲

[13] القرآن:۵۱، 56

[14] القرآن ۱: ۱۹۶

[15] القرآن ۱۷: 82

[16] الجامع لأحكام القرآن (تفسير القرطبي)، ج:10، ص:316، أبوعبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر بن فرح الأنصاري الخزرجي شمس الدين القرطبي (المتوفى: 671هـ): دار الكتب المصرية - القاهرة، 1964ء

[17] الرازي، فخر الدين۔ مفاتيح الغيب (التفسير الكبير)،، دار إحياء التراث العربي - بيروت 1420 ه، ج:21، ص:389

[18] أبوعبد الله الحاكم محمد بن عبد الله، المستدرك على الصحيحين،، دار الكتب العلمية - بيروت، 1990ء، ج:4، كتاب الطب، حديث7435

[19] القرآن ۱۴: 69

[20] صحيح مسلم، ج:4، كتاب السلام، ح: 2204

[21] الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله، صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه (صحيح البخاري) ج:7،، ح:122

[22] سنن الترمذي، ابواب الطب، باب ماجاء في الدواء والحث عليه، ج:4، ح: 2038

[23] زاد المعاد في هدي خير العباد، محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (المتوفى: 751هـــــ), مؤسسة الرسالة، بيروت - مكتبة المنار الإسلامية، الكويت , 1994ء، ج:4، ص:14

[24] سنن الترمذي، ج:4، ح : 2062

[25] أبو حاتم، الدارمي، البُستي، صحيح ابن حبان،، مؤسسة الرسالة - بيروت، 1414 ، ج:16، ص364، حديث : 7364

[26] تقي الدين أبو العباس، مجموع الفتاوى، مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، المدينة النبوية، المملكة العربية السعودية، 1995ء، ج:18، ص:12

CC BY

[27] محمد بن،صالح بن محمد العثیمین، الشرح الممتع علی زاد المستقنع،دار ابن الجوزي، 1428 ہ، ج:5،ص:233

[28] Resolutions And Recommendations Of The Council Of The Islamic Fiqh Academy 1985-2000 ،Page 139, Islamic Research And Training Institute Islamic Development Bank Jeddah – Kingdom of Saudi Arabia, First Edition 1421H(2000)

[29] امیر علاؤالدین۔الإحسان في تقریب صحیح ابن حبان،مرکز بحث التحقیق دار لتفاصیل،ج:13،ص:426

[30] أبو سلیمان حمد بن محمد بن إبراھیم بن الخطاب البستي،معالم السنن،کتاب الطب،من کتاب الکی،المطبعة العلمیة - حلب،1932 ء، ج:4،ص:217،

[31] موطأ الإمام مالک،کتاب العین،ج:2،ص:943

[32] زاد المعاد،ج:4،،ص:14